سیر و سوانح

محمد وسیم اختر مفتی

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت ام رومان کا اصل نام زینب یا دعد تھا۔ان کے والد کا نام عامر (یا عبد دہمان) اور دادا کا عویمر بن عبد شمس (یا عمیرہ بن ذہل) تھا۔حضرت ام رومان کے نویں جد غنم بن مالک کی نسبت سے ان کا قبیلہ بنوغنم (یا بنوفراس بن غنم) کہلاتا ہے۔گیارھویں جد کنانہ بن مدرکہ سے منسوب ہو کر وہ کنانیہ بھی کہلاتی ہیں۔اردو دانوں کے لیے 'رومان' کا لفظ بولنا بہت آسان ہے،لیکن عربوں کے لیے ضمہ اور فتحہ کے بین بین تلفظ کرنا دشوار ہوتا ہے،اس لیے وہ اس نام کو رَومان یا رُومان بولتے ہیں۔

حضرت ام رومان کی شادی بنوازد کے حارث بن سخبرہ (عبداللہ بن حارث بن سخبرہ: مزی) سے ہوئی تھی،ان کا ایک بیٹا بھی تھا جس کا نام طفیل تھا۔حارث اپنے کنبے کے ساتھ یمن (یا تہامہ) کے پہاڑی علاقے سراۃ سے مکہ آئے اور ابوبکر کے حلیف بن گئے۔حارث کی وفات ہوئی تو حضرت ام رومان سیدنا ابوبکر کے عقد میں آ گئیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر اور ام المومنین سیدہ عائشہ انھی کی اولاد تھے۔

حضرت عامر بن فہیرہ سیدہ عائشہ کے سوتیلے بھائی،ام رومان کے بیٹے،طفیل بن حارث کے غلام تھے۔انھوں نے اسلام قبول کیا تو سیدنا ابوبکر نے انھیں خرید کر آزاد کر دیا اور اپنے اونٹ چرانے پر مامور کر دیا۔

حضرت ام رومان نے ابتداے اسلام میں مکہ ہی میں اسلام قبول کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی۔ان کا نام اگرچہ 'السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ'* کی فہرست میں نہیں،تاہم لازم ہے کہ وہ سیدنا ابوبکر کے ساتھ ہی ایمان لائی

---

* التوبہ ۹: ۱۰۰۔

ہوں گی۔ان کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارارقم منتقل ہونے سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے۔

سیدہ خدیجہ کی وفات کو تین سال گزرے تھے کہ حضرت عثمان بن مظعون کی اہلیہ حضرت خولہ بنت حکیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور کہا: یا رسول اللہ، کیا آپ شادی نہیں کریں گے؟ سوال فرمایا: کس سے؟ خولہ نے کہا: آپ چاہیں تو کنواری با کرہ سے اور چاہیں تو بیوہ سے رشتہ ہو سکتا ہے۔ پوچھا: کنواری کون ہے؟ بتایا، خلق خدا میں آپ کے سب سے پیارے صاحب سیدنا ابوبکر کی بیٹی سیدہ عائشہ۔فرمایا: بیوہ کون؟ بتایا: حضرت سودہ بنت زمعہ جو آپ پر ایمان لا چکی ہیں۔آپ کے ہامی بھرنے پر حضرت خولہ سیدنا ابوبکر کے گھر گئیں تو حضرت ام رومان سے ملاقات ہوئی۔ کہا: ام رومان، اللہ نے تم پر برکت نازل کر دی ہے۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ عائشہ کا رشتہ مانگنے کے لیے بھیجا ہے۔حضرت ام رومان بولیں: میری خواہش تو ہے، تاہم ابوبکر کے آنے کا انتظار کر لو۔ سیدنا ابوبکر آئے تو حضرت خولہ نے مانگ دہرائی۔ سیدنا ابوبکر نے پوچھا: کیا عائشہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے موزوں ہے؟ حضرت خولہ بنت حکیم پلٹیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا۔آپ نے فرمایا: جاؤ، ابوبکر سے کہہ دو، وہ میرے اسلامی بھائی ہیں اور ان کی بیٹی کی مجھ سے شادی ہو سکتی ہے۔تب حضرت ام رومان نے بتایا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے کے لیے عائشہ کا ہاتھ مانگ رکھا ہے۔سیدنا ابوبکر مطعم کے ہاں گئے تو اس کی بیوی ام الفتی نے چھوٹتے ہی کہہ دیا: ہم نے اپنا بیٹا تمھاری بیٹی سے بیاہ دیا تو وہ اسے بھی صابی بنا کر اپنے دین میں داخل کر لے گی۔مطعم نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ان کے از خود انکار کرنے پر سیدنا ابوبکر نے سکھ کا سانس لیا۔اس طرح سیدہ عائشہ کا آپ سے نکاح مکہ ہی میں ہو گیا، رخصتی البتہ ہجرت کے بعد مدینہ میں ہوئی (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۷۶۹)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم پر سیدنا ابوبکر کی معیت میں سفر ہجرت پر روانہ ہوئے تب آپ کی ازواج اور بیٹیاں مکہ ہی میں تھیں۔سیدنا ابوبکر کا کنبہ بھی مدینہ کے لیے نہ نکلا تھا۔ مدینہ پہنچنے کے بعد سفر میں آپ کی راہ نمائی کرنے والا گائیڈ عبداللہ بن اریقط لوٹنے لگا تو آپ نے اپنے آزاد کردہ غلاموں حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابورافع کو اس کے ساتھ مکہ روانہ فرمایا۔ آپ نے دو اونٹ اور سیدنا ابوبکر سے پانسو درہم لے کر انھیں دیے۔ سیدنا ابوبکر نے بھی اپنا کنبہ لانے کے لیے دو یا تین اونٹ بھیجے۔حضرت زید بن حارثہ مکہ کے قریبی قصبہ قدید پہنچے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے درہموں سے تین اونٹ مزید خریدے۔ مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت طلحہ بن

عبیداللہ سے سامنا ہوا جو سفر ہجرت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خرّار کے مقام پر مل چکے تھے اور مدینہ ہجرت کا قصد رکھتے تھے۔ حضرت طلحہ کی شمولیت کے بعد قافلۂ شوق مدینہ کی طرف چلا، دختران رسول سیدہ فاطمہ، حضرت ام کلثوم، ام المومنین حضرت سودہ، حضرت ام ایمن اور حضرت اسامہ بن زید، حضرت زید اور حضرت ابورافع کی معیت میں تھے۔ حضرت ابوبکر کی اہلیہ حضرت ام رومان، ان کی بیٹیاں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء حضرت عبداللہ بن ابوبکر کے ساتھ سوار ہوئے۔ کاروان ہجرت جحفہ کے قریب واقع بیابان ساحلی بیدا پر پہنچا تو حضرت عبداللہ بن ابوبکر کا اونٹ بھاگ نکلا۔ اس وقت حضرت ام رومان اور حضرت عائشہ محمل میں بیٹھی تھیں۔ ام ایمن چلائیں: ہائے بٹیا! ہائے (رسول پاک کی) دلہنیا! کسی نے آواز دی: اونٹ کی مہار چھوڑ دو تبھی اونٹ رک گیا اور اسے پکڑ لیا گیا تب تک وہ جبل ہرشی کی گھاٹی میں اتر چکا تھا۔ جب یہ لوگ مدینہ پہنچے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی اور ازواج مطہرات کے حجرے بنوانے میں مصروف تھے۔ سیدنا ابوبکر کا خانوادہ ان کے پاس پہنچ گیا، ام المومنین حضرت سودہ اور دختران نبی آپ کی خدمت میں حاضر ہوگئیں۔

مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت ابوبکر کا کنبہ اول اول محلّہ سنح میں حضرت بنوحارث بن خزرج کے ہاں ٹھہرا۔ سیدہ عائشہ کو اپنے والد سیدنا ابوبکر کی طرح بخار نے آن لیا اور ان کے بال جھڑ گئے۔ تندرست ہونے کے بعد بال دوبارہ آئے اور شانوں تک لٹکنے لگے۔ ایک روز جب سیدہ عائشہ اپنی سہیلیوں کے ساتھ کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا جھولا جھول رہی تھیں، ان کی والدہ حضرت ام رومان نے ان کو گھر بلایا، کھیل کود کی وجہ سے سیدہ عائشہ کا سانس پھولا ہوا تھا اور بال بکھرے تھے۔ والدہ نے ان کا منہ دھویا، گھر میں موجود انصاری عورتوں نے بناؤ سنگھار کیا اور اسی روز سیدہ عائشہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر رخصتی ہوئی (بخاری، رقم ۳۸۹۴۔ ابن ماجہ، رقم ۱۸۷۶۔ موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۷۶۹)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں گھروں کے لیے زمین تقسیم فرمائی تو سیدنا ابوبکر کے لیے مسجد نبوی کے پاس جگہ متعین فرمائی، مسجد کے مغرب میں واقع ان کے گھر سے چھوٹا سا ایک دریچہ مسجد میں کھلتا تھا۔ دیگر صحابہ کے بھی ایسے دریچے مسجد میں آنے جانے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے اللہ کے حکم سے سارے رستے بند کرائے اور فرمایا: ''اس مسجد میں کوئی دریچہ نہ کھلا رہنے پائے سوائے دریچۂ ابوبکر کے'' (بخاری، رقم ۳۹۰۴)۔ رہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گھر تو اس کا بڑا دروازہ ہی مسجد کے اندر تھا، اسے بند کرنا ممکن نہ تھا۔ حضرت ابوبکر کے مسجد نبوی کے پڑوس والے گھر میں حضرت ام رومان، حضرت عائشہ اور حضرت عبدالرحمان نے قیام کیا۔ حضرت

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

ام رومان کی وفات کے بعد یہ گھر ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے چار ہزار درہم میں خرید لیا۔ حضرت عثمان کے دور خلافت میں اسے سیدہ حفصہ سے خرید کر مسجد کی توسیع میں شامل کر لیا گیا۔ اب بھی مسجد نبوی کے جنوب مغربی کونے میں ترکوں کے عہد کی تحریر 'هذه خوخة أبي بكر' (یہ ابوبکر کے گھر کا دریچہ ہے) لکھی نظر آتی ہے۔

۶ھ میں افک عائشہ کا واقعہ پیش آیا۔ غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی پر رات ہو گئی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قریب پڑاؤ کیا۔ لشکر کی روانگی سے پہلے سیدہ عائشہ اپنے ہودے سے رفع حاجت کے لیے نکلیں۔ راستے میں ان کا عقیق کا ہار گم ہوا اور اسے تلاش کرتے کرتے انھیں دیر ہو گئی۔ اسی اثنا میں اہل قافلہ نے لاعلمی میں ان کے خالی ہودے کو اونٹ پر رکھا اور چل پڑے۔ واپسی پر سیدہ عائشہ نے جب کسی کو نہ پایا تو وہیں ٹھہر گئیں۔ ان کی آنکھ جھپکی تھی کہ صفوان بن معطل کا وہاں سے گزر ہوا جو کسی ضرورت سے لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انھوں نے سیدہ عائشہ کو اپنے اونٹ پر بٹھایا اور اس کی مہار تھامے مدینہ کی طرف چل پڑے۔ دوپہر تک دونوں لشکر سے جا ملے۔ گھر پہنچنے پر سیدہ عائشہ بیمار ہو گئیں۔ اسی دوران میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے ان کے خلاف تہمتوں کا بازار گرم کر دیا۔ کچھ سادہ لوح مسلمان بھی اس کے پراپیگنڈے کا شکار ہو گئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیماری کی وجہ سے سیدہ عائشہ سے کچھ نہ کہا، لیکن جب انھیں ام مسطح کی زبانی ساری صورت حال معلوم ہوئی تو وہ آپ سے اجازت لے کر والدین کے گھر آ گئیں۔ حضرت ام رومان نے ان کو تسلی دی! بیٹی، ایک حسین وجمیل خاتون کسی کے عقد میں ہو اور اس کی سوتنیں بھی ہوں تو اس پر الزام لگا کرتے ہیں۔ عائشہ نے جواب دیا: یہ تہمت سوتنوں نے نہیں لگائی۔ سیدنا ابوبکر نے انھیں واپس گھر بھجوا دیا۔ ایک ماہ تک منافقین کی زبانیں دراز رہیں، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ عائشہ کی براءت میں وحی نازل کی۔ آپ کو وحی کی شدت سے افاقہ ہوا تو مسکرائے اور فرمایا: عائشہ، اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمھیں بری قرار دیا ہے۔ اس موقع پر حضرت ام رومان نے ان سے کہا: کھڑے ہو کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بجا لاؤ۔ سیدہ عائشہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: میں اللہ کی حمد کرتی ہوں جس نے مجھے پاک دامن قرار دیا (بخاری، رقم ۴۱۴۱، ۴۷۵۷)۔

حضرت ام رومان نیک اور صالحہ خاتون تھیں۔ ان کی وفات ذی الحجہ ۶ھ میں مدینہ میں ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازہ پڑھایا۔

جب حضرت ام رومان کی میت کو قبر میں اتارا جا رہا تھا، آپ نے فرمایا: جو جنت کی موٹی آنکھوں والی حوروں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

میں سے کسی کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے، ام رومان کو دیکھ لے۔ ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر میں اترے اور ان الفاظ میں ان کے لیے استغفار فرمایا: ''اے اللہ، تم پر مخفی نہیں ہے کہ ام رومان نے تیری اور تیرے رسول کی راہ میں کیا کیا مصیبتیں جھیلیں'' (طبقات ابن سعد)۔

کچھ مورخین ۴ھ یا ۵ھ کو حضرت ام رومان کا سن وفات قرار دیتے ہیں، جبکہ حضرت ابونعیم اصفہانی کا کہنا ہے کہ ان کا انتقال عہد رسالت کے بعد ہوا۔ ابن حجر کا رجحان ہے کہ حضرت ام رومان نے ۹ھ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں وفات پائی۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ آیات تخییر: 'یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِیْنَتَھَا فَتَعَالَیْنَ اُمَتِّعْکُنَّ وَاُسَرِّحْکُنَّ سَرَاحًا جَمِیْلًا. وَاِنْ کُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰہَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْکُنَّ اَجْرًا عَظِیْمًا' ''اے نبی، اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے، اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و آرایش حاصل کرنا چاہتی ہو تو آؤ، میں تمھیں مال و متاع دے کر بھلے طریقے سے رخصت کر دیتا ہوں۔ لیکن اگر تم اللہ، اس کے رسول اور آخرت میں قائم رہنے والے گھر کا قصد رکھتی ہو تو اللہ نے تم نیک بیبیوں کے لیے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے'' (الاحزاب ۳۳: ۲۸-۲۹) ۹ھ میں نازل ہوئیں اور تب حضرت ام رومان حیات تھیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تخییر کی ابتدا سیدہ عائشہ سے کرتے ہوئے فرمایا تھا: عائشہ، میں تم سے ایک سوال کرنے لگا ہوں۔ تم اس کا جواب اپنے والدین ابوبکر اور ام رومان سے مشورہ کیے بغیر نہ دینا۔ سیدہ عائشہ نے کہا: اس باب میں مجھے والدین سے مشورہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں اللہ کے رسول کا انتخاب کرتی ہوں (موسوعۂ مسند احمد، رقم ۲۵۷۷۰)۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

ام رومان سے مروی احادیث بخاری اور مسند احمد میں موجود ہیں۔

مطالعۂ مزید: الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (ابن اثیر)، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال (مزی)، تاریخ الاسلام (ذہبی)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، الاصابہ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، تہذیب التہذیب (ابن حجر)۔